مجتبیٰ حسین کا خاکہ ''اپنی یاد میں'' ایک جائزہ

ڈاکٹر محمد محسن
کروڑی مل کالج، دہلی

ملخص

مجتبیٰ حسین طنز و مزاح کے ایک بے تاج بادشاہ تھے۔ جن کی شہرت نہ صرف ہندستان میں بلکہ پوری دنیا میں عام ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں اردو پڑھنے اور سمجھنے والے ہیں وہاں آپ کی تحریروں کو پڑھا اور پسند کیا جاتا ہے۔ ان کے خاکوں کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں '' آدمی نامہ''، ''سو ہے وہ بھی آدمی''، ''چہرہ در چہرہ''، ''ہوئے ہم دوست جس کے''، '' آپ کی تعریف اور مہربان کیسے کیسے'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مجتبیٰ حسین کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں ہوا۔ ان کا رجحان شروع سے ہی مزاح کی طرف تھا اور یہی رجحان لے کر وہ صنفِ خاکہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے بے شمار لوگوں پر خاکے لکھے اور ان کا ہر خاکہ کمال درجہ رکھتا ہے۔ انہوں نے خاکہ کے علاوہ اردو ادب کی باقی اصناف جیسے مضمون نگاری، سفرنامہ، تنقید وغیرہ کو بھی اپنے قلم کا موضوع بنایا۔ ان کی دلچسپی غیر افسانوی نثر کی طرف تھی جسے بعض لوگ پھیکے ادب کے نام سے یاد کرتے ہیں مگر مجتبیٰ حسین کی تحریروں میں کہیں بھی پھیکے پن کا احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح انہوں نے اردو کے غیر افسانوی ادب کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔

☆☆☆☆

خاکہ ''اپنی یاد میں''، مجتبیٰ حسین کا خود پر لکھا گیا ایک خاکہ ہے جو ان کے خاکوں کے مجموعے ''چہرہ در چہرہ'' (۱۹۹۳) میں شامل ہے۔ اس خاکہ کا شمار اردو کے بہترین خاکوں میں ہوتا ہے۔ یہ خاکہ انہوں نے ہندی کے مشہور ادیب اور افسانہ نگار راجندر یادو کی فرمائش پر لکھا تھا۔ راجندر یادو رسالہ ''ہنس'' کے بھی مدیر تھے۔ مجتبیٰ حسین نے ایک جگہ خود لکھا ہے کہ انہوں نے رسالہ ''ہنس'' کے مدیر راجندر یادو کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ وہ اپنے

رسالے کے لیے ادیبوں سے خود وفاتیہ لکھوائے۔خود وفاتیہ کو انگریزی میں SELF OBITUARY کہتے ہیں۔اسی سلسلے کے تحت سب سے پہلا خود وفاتیہ اردو کے مشہور فکشن نگار انتظار حسین نے لکھا۔اس کے بعد کوئی چار سال بعد راجندر یادو نے مجتبیٰ حسین سے فرمائش کی کہ وہ بھی اپنا خود وفاتیہ لکھیں۔ان کی فرمائش پر ہی مجتبیٰ حسین نے'' اپنی یاد میں'' لکھا۔

''خود وفاتیہ'' خاکہ نگاری کی ایک شاخ ہے۔اس میں مصنف اپنی موت کے بعد کے مناظر اپنے ذہن میں لاتا ہے اور پھر ان مناظر کو مدنظر رکھ کر خود اپنا خاکہ لکھتا ہے۔ بنیادی طور پر اس صنف میں مصنف کے جذبات بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں۔مگر ان جذبات کو سمجھا لنا لازمی ہوتا ہے۔اس صنف کی اردو میں کوئی خاص اہمیت نہیں رہی ہے اور نہ ہی کوئی مضبوط روایت ملتی ہے۔ ہمارے ہاں مرثیہ کا بول بالا رہا ہے اور واقعی خود وفاتیہ مرثیہ کا تقابل نہیں کرسکتی۔ چونکہ ادب میں شاعری کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خود وفاتیہ ایک دلچسپ صنف ہے۔ دلچسپ اس لیے کہ ہر کسی کو یہ جان کر مزہ آتا ہے کہ ایک مصنف اپنی موت کے بعد کے حالات کے متعلق کیا خیالات رکھتا ہے۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اکثر ادباء اپنی خودوشت نہیں لکھ پاتے۔لیکن اگر وہ خود وفاتیہ لکھیں گے تو کسی حد تک ہم ان کی زندگی، ان کے جذبات اور ان کی خواہشات تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

خاکہ''اپنی یاد میں'' میں مصنف نے اپنی حیات اور ذات کو ہدف بنایا ہے اور اپنی زندگی کے بارے میں دلچسپ باتیں بیان کی ہیں۔انہوں نے خود دعویٰ کیا ہے کہ میری زندگی کے لگ بھگ ساٹھ سال کے حالات اس خاکے میں مل جائیں گے۔اس خاکے میں جہاں حقیقی جذبات کی عکاسی ہے وہیں افسانوی رنگ بھی شامل ہے چونکہ یہ ایک وفاتیہ خاکہ ہے۔موصوف نے اس خاکے میں اپنی حیات، جذبات اور تاثرات کو بڑی چابک دستی سے پیش کیا ہے اور مزاح، غم والم کی بھی عمدہ عکاسی کی ہے۔اس خاکے کا آغاز کچھ یوں ہوا ہے:

> ''مجتبیٰ حسین (جنہیں مرحوم کہتے ہوئے کلیجہ منھ کو آنا چاہئے، مگر جانے کیوں نہیں آرہا) پرسوں اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یہ ان کے مرنے کے دن نہیں تھے کیونکہ انہیں تو بہت پہلے نہ صرف مرجانا بلکہ ڈوب مرنا چاہئے تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جس دن وہ پیدا ہوئے تھے تب سے ہی لگاتار مرتے چلے جارہے تھے۔ گویا انہوں نے مرنے میں پورے اسی سال لگا دیئے۔لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہیں۔ یہ

ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندہ رہے۔ان کی زندگی بھی قسطوں میں چل رہی
تھی اور مرے وہ قسطوں میں ہی۔''

(چہرہ در چہرہ،مجتبیٰ حسین،۱۹۹۳،ص۱۴۴)

مجتبیٰ حسین کا یہ چھوٹا سا خود وفاتیہ اگر چہ چند ہی صفحات پر مشتمل ہے مگر انھوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی کے حالات نہایت چابکدستی سے پیش کئے ہیں۔ویسے تو اتنے لمبے موضوع کو خاکے میں سمیٹنا ناممکن سا لگتا ہے مگر موصوف نے اپنی فنکارانہ صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور قاری کو کہیں بھی بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی، جدو جہد آزادی کا ذکر، تقسیم اور فسادات، شادی، ذریعہ معاش کی جدو جہد، ادبی زندگی کا آغاز اور سفر، انعامات، غم وخوشی وغیرہ گویا ۱۹۹۰ء تک ہر اس بات کا ذکر کیا ہے جن سے زندگی مکمل ہوتی ہے ۔پھر وفات نامہ لکھنے کی جو شرائط ہوتی ہیں ان کا بھی موصوف نے خاص خیال رکھا ہے مختصراً موضوعاتی اور فنی اعتبار سے یہ ایک عمدہ خود وفاتیہ خاکہ ہے۔

موضوعاتی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ ایک جذباتی خاکہ ہونا چاہئے تھا مگر مجتبیٰ حسین نے اس موضوع کو بھی اپنے فطری انداز میں ڈھالا اور خاکہ لکھتے وقت مزاحیہ اسلوب کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جہاں وہ عمر بھر دوسرے لوگوں کی ذات پر لکھ لکھ کر لوگوں کو ہنساتے رہے وہیں انہوں نے اپنی ذات کو بھی نہیں بخشا۔

مجتبیٰ حسین ایک خوش مزاج انسان تھے جنہوں نے ساری عمر لوگوں کو ہنسانے کی ذمہ داری لے رکھی تھی اور یہ ذمہ داری انہوں نے بخوبی نبھائی۔انہوں نے اردو خاکہ کو مزاحیہ شناخت دی اور اس کو کامیابی کے بلند مرتبہ زینے پر پہنچا دیا۔خاکے کی ایک خاص بات ہوتی ہے کہ آپ کسی بھی انسان کا خاکہ با آسانی لکھ سکتے ہیں لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو قلم خود بخود رک جاتا ہے۔اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ خاکہ مختصر ہوتا ہے جس میں باقی لوگوں کے تاثرات تو سمیٹے جا سکتے ہیں مگر اپنے جذبات کو سمیٹنا ناممکن ہوتا ہے۔انسان جب خود پر لکھتا ہے تو اس کے سامنے صرف جذبات ہوتے ہیں اور یہ جذبات پوری زندگی پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ایسے میں کس کو لکھا جائے اور کس کو چھوڑا جائے کافی مشکل کام ہوتا ہے۔اس کے علاوہ ایک انسان اپنی پوری زندگی سے واقف ہوتا ہے۔ایک انسان کی زندگی میں سیکڑوں ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کو وہ کبھی بھلا نہیں سکتا۔ایسے میں انسان جب اپنے ماضی کی طرف نظریں دوڑاتا ہے تو وہ گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔اور پھر اس ماضی سے نکلنے کے لیے اسے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔اسی لیے جب کوئی خودنوشت لکھتا ہے تو وہ اس الجھن کا شکار ہوتا ہے کہ کن واقعات کا انتخاب ہو اور کن کو نظر انداز کیا جائے۔پوری زندگی کو کوئی بھی انسان خودنوشت میں نہیں سمیٹ سکتا اور نہ ہی کوئی سمیٹ پایا ہے ۔خود وفاتیہ کافی مختصر ہوتا ہے اور یہاں بڑی چابکدستی سے ہر واقعات کا انتخاب کیا جاتا ہے اور اس انتخاب کے

درمیان ربط بھی لازمی ہوتا ہے۔مگر مجتبیٰ حسین کے اس خاکے میں ان مشکلات کا کہیں کوئی احساس نہیں ہوتا۔حالانکہ اس خاکے میں انہوں نے اپنے جذبات کو مزاحیہ اسلوب بخشا ہے مگر ایک جگہ وہ خود کو نہیں روک پائے۔

حالانکہ اس خود وفاتیہ خاکے کے تیس سال بعد مجتبیٰ حسین نے اس دنیا کو الودع کہا مگر یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جب بھی ماضی کی اچھی بری یادوں میں کھوتا ہے تو اس کے جذبات خود بخود ابھر جاتے ہیں۔مجتبیٰ حسین کا یہ خاکہ انھیں یادوں کا مجموعہ ہے۔خاکہ ''اپنی یاد میں'' اردو خاکہ کی تاریخ میں یہ ایک لاجواب خاکہ ہے۔

مجتبیٰ حسین اردو خاکہ نگاری کی تاریخ میں وہ نام ہے جس نے جدید خاکہ نگاری کو بام عروج تک پہنچایا۔انہوں نے خاکہ نگاری کی صنف کو اتنی ترقی دی کہ مجھے نہیں لگتا کہ اب اس روایت میں کوئی اضافہ کر پائے گا۔مجتبیٰ حسین نے اپنے ادبی زندگی کا آغاز 1962 میں کیا۔لیکن خاکہ نگاری کا آغاز سات سال بعد یعنی 1969 میں کیا۔ان کا سب سے پہلا خاکہ حکیم یوسف حسین خان کے اوپر لکھا گیا ہے۔جو ان کے دوست تھے۔یہ خاکہ ان کی فرمائش پر لکھا گیا تھا۔اگر چہ یہ ان کا سب سے پہلا خاکہ تھا مگر اس کے باوجود خاکے میں کہیں بھی کوئی خامی نظر نہیں آتی۔اس خاکہ پر انہوں نے اپنی خاکہ نگاری کی بنیاد رکھی اور پھر وہ عمارت تعمیر کی جو تا قیامت برقرار رہے گی۔ان کے خاکے مزاح کے ایسے نمونے ہیں جو اردو ادب میں ہمیشہ مثال بنے رہے گیں۔انہوں نے فرمائشی اور غیر فرمائشی دونوں طرح کے خاکے لکھے ہیں۔ادب میں فرمائش کے اوپر کوئی فن پارہ تخلیق کرنا نہایت مشکل کام ہوتا ہے۔مگر مجتبیٰ حسین نے فرمائش کے اوپر عمل کر کے ایسے خاکے قارئین کو دیے ہیں کہ انسان پڑھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔وقت آنے پر ان کی خاکہ نگاری اتنی مشہور ہوئی کہ ان کے کئی خاکے دنیا کی باقی زبانوں میں ترجمہ ہوئے۔

مجتبیٰ حسین ایک ظریف انسان تھے اور یہی ظرافت ان کے خاکوں میں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔وہ نہایت شگفتہ طبیعت کے مالک تھے اور اس کے براہ راست اثرات ان کے اسلوب پر پڑے۔ان کو زبان پر دسترس تھی اور جن کو زبان پر دسترس ہوتی ہے وہ لفظوں سے کھیلتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ عمدہ جملے تراشنے میں مہارت رکھتے تھے۔انہوں نے ہمیشہ سادہ اور آسان زبان کا استعمال کیا ہے اور اس اسلوب کے ساتھ ان کی ظریفانہ طبیعت قارئین کے لیے کسی لطف سے کم نہ تھی۔کہا جاتا ہے کہ کہ مجتبیٰ حسین کی شہرت حیدرآباد شہر میں اتنی عام ہوگئی تھی کہ شہر میں جہاں کہیں کسی بھی ادبی انجمن کا انعقاد ہوتا تو مجتبیٰ حسین کو خاکہ پڑھنے کے لیے ضرور مدعو کیا جاتا۔

مجتبیٰ حسین کو حیدرآباد سے بے پناہ محبت تھی۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ڈیڑھ سو خاکوں میں سے ساٹھ خاکے ان شخصیات پر لکھے جن کا تعلق حیدرآباد سے تھا۔

جہاں تک بات خاکہ ''اپنی یاد میں'' کے حوالے سے مجتبیٰ حسین کے اسلوب کی ہے تو انہوں نے نہایت ہی خوبصورت اور آسان زبان کا استعمال کیا ہے۔ان کے زبان کی خوبی یہ ہے کہ معمولی قابلیت کا انسان بھی کوئی

دشواری محسوس نہیں کرتا اور ایسا قاری جو زبان کی نزاکتوں سے واقف ہو وہ ان کے طرز تحریر کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ان کے طرز تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آج سے کئی برسوں کے بعد بھی جب یہ مضامین یا خاکے پڑھے جائیں گے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اب لکھنے کا ڈھنگ بدل گیا ہے۔

من جملہ ''اپنی یاد میں'' نہ صرف مجتبیٰ حسین کا بلکہ اردو ادب کا ایک بہترین خاکہ ہے جس میں اردو خاکہ نگاری کے ایک ستون (مجتبیٰ حسین) کی ساٹھ سالہ زندگی قید ہے۔